قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة مریم

(۴)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا فَاعۡبُدۡهُ وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ

(ہم کو[۱۷۲] معلوم ہے، اے محمد کہ تم ہمارے لیے منتظر رہتے ہو، لیکن ہمارا معاملہ یہ ہے کہ) ہم تمھارے پروردگار کے حکم ہی سے اترتے ہیں۔ ہمارے آگے اور پیچھے جو کچھ ہے، سب اُسی کے اختیار میں ہے اور وہ بھی جو اُس کے درمیان ہے۔ (تم مطمئن رہو)، تمھارا پروردگار (کسی چیز کو) بھولنے والا نہیں ہے[۱۷۳]۔ وہ زمین اور آسمانوں اور اُن کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے، سو اُسی کی بندگی کرو اور اُس کی

۱۷۲؎ یہاں سے آگے یہ پورا پیرا درحقیقت ایک جملۂ معترضہ ہے جس میں جبریل امین کی زبان سے اُن کے دیر سے آنے پر معذرت بھی ہے اور وحی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق و اضطراب اور عجلت و بے قراری پر صبر و انتظار کی تلقین بھی۔ یہ معلوم ہے کہ اپنی قوم پر اتمام حجت آپ کا فریضۂ منصبی تھا۔ اِس طرح کی غیر معمولی ذمہ داری کو جلد سے جلد اور سرخ روئی کے ساتھ پورا کر دینے کی خواہش ایک فطری خواہش تھی۔ پھر قریش بھی بار بار

هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

بندگی پر جمے رہو[174]۔ کیا تمھارے علم میں اُس جیسا کوئی اور بھی ہے[175]؟ ۶۴-۶۵

تقاضا کرتے تھے کہ قرآن اگر خدا کی طرف سے نازل کیا جا رہا ہے تو ایک ہی مرتبہ پورا کیوں نازل نہیں کر دیا جاتا۔ قرآن جیسی بے نظیر کتاب کسی شخص کو کائنات کے بادشاہ اور جہانوں کے پروردگار کی طرف سے دی جا رہی ہو اور اُس کے اندر یہ خواہش پیدا ہو جائے کہ پوری کتاب جلد اُسے مل جائے تو اِس پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔ آپ کے قلب کو تمام قوت، روح کو زندگی، عقل کو رہنمائی اور ارادے کو ثبات واستحکام قرآن ہی سے حاصل ہوتا تھا، یہ چیز بھی اُس کو جلد پا لینے کے لیے شوق و اضطراب کا باعث بن جاتی تھی۔ اِن آیتوں میں اِسی بے قراری اور عجلت پر صبر و انتظار کی تلقین کی گئی ہے جس کا اظہار آپ کی طرف سے بعض ایسے موقعوں پر ہوا ہوگا، جب وحی کے آنے میں کچھ زیادہ وقفہ ہو گیا ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اِس کے بعض پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اِس میں پہلی قابل توجہ چیز تو یہ ہے کہ یہ حضرت جبریل امین کی طرف سے آں حضرت کی خدمت میں ایک نوع کی معذرت ہے کہ اگر ہم جلدی جلدی، آپ کے شوق و انتظار کی تسکین کے لیے، وحی لے کر نہیں اترتے تو اِس میں ہماری کسی کوتاہی کو دخل نہیں ہے، بلکہ ہمارا اترنا تمام تر اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ہے۔ جب تک اُس کا حکم نہ ہو، نہ ہم اتر سکتے ہیں اور نہ ہم آپ کے پاس کوئی وحی لا سکتے ہیں۔ اِس معاملے میں ہمیں کوئی دخل نہیں ہے۔ ہم صرف اُس کے احکام کی بجا آوری پر مامور ہیں۔

دوسری چیز قابل توجہ یہ ہے کہ اِس سے حضرت جبریل امین اور پورے زمرۂ ملائکہ کی حیثیت واضح ہو گئی کہ اُن کے تمام پیش و عقب اور جو کچھ اُن کے مابین ہے، سب پر اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور اُس کا مکمل کنٹرول ہے۔ مجال نہیں کہ کوئی سرمو اپنے دائرے سے تجاوز کر سکے یا کوئی اقدام اپنے ارادے سے کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو فراموش کرنے والا بھی نہیں ہے کہ کوئی اُس کی بھول چوک سے فائدہ اٹھا کر کسی معاملے میں اپنی آزادئ رائے استعمال کر کے اُس کی پکڑ سے محفوظ رہ سکے ــــــ فرشتوں کی اِس حیثیت کا واضح ہونا اُن مشرکین عرب کی حماقت پر ضرب لگانے کے لیے ضروری تھا جو فرشتوں کی پوجا کر کے یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ اگر قیامت ہوئی تو یہ خدا کی بیٹیاں اپنے باپ سے کہہ سن کے اُن کو بخشوا ہی لیں گی۔ اِن بے وقوف لوگوں کو حضرت جبریل کا یہ بیان سنا کر آگاہ کر دیا گیا کہ جب رب ذوالجلال کی بارگاہ میں جبریل امین کی، جو تمام زمرۂ ملائکہ کے گل سر سبد ہیں، بے بسی کا یہ حال ہے تو تا بہ دیگراں چہ رسد!'' (تدبر قرآن ۴/ ۶۷۵)

www.javedahmadghamidi.com

وَیَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ ءَاِذَا مَامِتُّ لَسَوۡفَ اُخۡرَجُ حَیًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا یَذۡکُرُ الۡاِنۡسَانُ
اَنَّا خَلَقۡنٰہُ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ یَکُ شَیۡئًا ﴿۶۷﴾ فَوَرَبِّکَ لَنَحۡشُرَنَّہُمۡ وَالشَّیٰطِیۡنَ ثُمَّ
لَنُحۡضِرَنَّہُمۡ حَوۡلَ جَہَنَّمَ جِثِیًّا ﴿۶۸﴾ ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ کُلِّ شِیۡعَةٍ اَیُّہُمۡ اَشَدُّ عَلَی

انسان[۱۷۶] کہتا ہے، کیا جب میں مر جاؤں گا تو پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ کیا انسان کو یاد نہیں آتا کہ ہم اِس سے پہلے اُس کو پیدا کر چکے ہیں، جب کہ وہ کچھ بھی نہیں تھا۔[۱۷۷] سو تیرے پروردگار کی قسم، ہم اِن کو بھی ضرور اکٹھا کریں گے اور اِن کے شیطانوں کو بھی،[۱۷۸] پھر اِن سب کو جہنم کے گرد اِس طرح حاضر کریں گے کہ (مجرموں کی طرح) یہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ پھر ہر گروہ میں سے ہم اُن لوگوں کو

۱۷۳؎ مطلب یہ ہے کہ اگر دیر ہوئی ہے تو کسی حکمت و مصلحت کے پیش نظر ہوئی ہے، تمھارا پروردگار تمھیں بھول نہیں گیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۷۴؎ اصل الفاظ ہیں: 'وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِہٖ'۔ اِن میں لفظ 'عِبَادَة' اپنے وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے، یعنی عبادت اور اطاعت، دونوں کو شامل ہے۔ اِسی طرح 'صَبۡر' کی جگہ 'اِصۡطِبَار' ہے جس میں صبر کے مقابلے میں زیادہ زور ہے۔ پھر اُس کے بعد 'ل' کا صلہ ہے۔ یہ اِس طریقے سے آئے تو انتظار کے مفہوم پر متضمن ہوتا ہے۔ آیت کے یہ مضمرات اردو ترجمے میں منتقل کرنا آسان نہیں ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اپنی قوم کے معاملے میں صبر کے ساتھ خدا کے فیصلے کا انتظار کرو اور جو کچھ بھی حکم دیا جائے، پوری استقامت کے ساتھ اُس کی تعمیل کرتے رہو۔ یہی تمھارے منصب کا تقاضا ہے۔

۱۷۵؎ یعنی جب اُس کا کوئی ہم پایہ، نظیر و مثیل اور ثانی نہیں ہے تو مطمئن رہو، اُس کے ارادوں میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں بن سکے گا۔

۱۷۶؎ جبریل علیہ السلام کا کلام اوپر ختم ہوا۔ یہاں سے اب براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو رہا ہے۔ آیت میں 'اِنۡسَان' کا لفظ اگرچہ عام ہے، لیکن قرینہ دلیل ہے کہ اِس سے مراد مشرکین عرب ہی ہیں جو قیامت کے بارے میں ہر طرح کی متناقض باتیں کہتے رہتے تھے۔

۱۷۷؎ استاذ امام کے الفاظ میں، مطلب یہ ہے کہ جب 'کچھ نہیں' سے پیدا کر چکے ہیں تو 'کچھ ہے' سے پیدا کرنے میں کیا مشکل پیش آئے گی؟

الرَّحۡمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾ ثُمَّ لَنَحۡنُ اَعۡلَمُ بِالَّذِيۡنَ هُمۡ اَوۡلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾ وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ
اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا ﴿۷۱﴾
ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيۡنَ فِيۡهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾

چھانٹ کر الگ کر دیں گے جو خداے رحمٰن کے مقابل میں سب سے زیادہ سرکشی کرنے والے بنے رہے[۱۷۹]۔ پھر اُن لوگوں کو سب سے بڑھ کر جاننے والے بھی ہم ہی ہوں گے جو سب سے زیادہ مستحق ہوں گے کہ جہنم میں جا پڑیں[۱۸۰]۔ (خداے رحمٰن کے مقابل میں اکڑنے والو)، تم میں سے ہر ایک کو اُس میں لازماً داخل ہونا ہے[۱۸۱]۔ یہ ایک طے شدہ بات ہے، (اے پیغمبر)، جس کو پورا کرنا تیرے رب کا ذمہ ہے۔ ۶۶-۷۱

پھر ہم اُن کو نجات دیں گے[۱۸۲] جو خدا سے ڈرتے رہے اور اُن کو جو اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے تھے، اُسی میں گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے چھوڑ دیں گے[۱۸۳]۔ ۷۲

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۷۸؎ یعنی اُن شیطانوں کو، جن کی یہ جنوں اور انسانوں میں سے پیروی کرتے رہے۔

۱۷۹؎ تاکہ اب جہنم میں جھونکے جانے والوں میں سب سے آگے ہوں۔

۱۸۰؎ یعنی کسی اور کے بتانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...یہ مشرکین کے غلط عقیدۂ شفاعت پر ایک لطیف تعریض ہے کہ خدا کے ہاں کسی کے لیے سفارش تو وہ کر سکے جو کسی کے بارے میں خدا سے زیادہ واقف ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ آخر ایسا برخود غلط کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ سکے کہ فلاں کو آپ نہیں جانتے، میں جانتا ہوں۔ وہ بڑا نیک آدمی ہے، اِس وجہ سے اُس کو کچھ نہ کہیے، بلکہ سیدھے جنت میں بھیج دیجیے۔“ (تدبر قرآن ۴/ ۶۷۸)

۱۸۱؎ یہاں شدت غضب کا اظہار مقصود ہے، اِس لیے غائب کا اسلوب خطاب کے اسلوب میں بدل گیا ہے۔

۱۸۲؎ یعنی اُس جہنم سے نجات دیں گے جو اگر وہ خدا کے مقابل میں اکڑتے اور تقویٰ اختیار نہ کرتے تو اُسی طرح اُن کا ٹھکانا بن جاتی، جس طرح اُن مجرموں کا ٹھکانا بنی ہے جن کا ذکر یہاں ہو رہا ہے۔ یہ لفظ بالکل اِسی طریقے سے رسول اور اُس کے ساتھیوں کے لیے اُس عذاب سے نجات کے لیے قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے جو اتمام حجت کے بعد اِسی دنیا میں آتا رہا ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ
خَیْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِیًّا ﴿۷۳﴾ وَکَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنْ قَرْنٍ ھُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا
وَّرِءْ یًا ﴿۷۴﴾ قُلْ مَنْ کَانَ فِی الضَّلٰلَةِ فَلْیَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا
یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ ھُوَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضْعَفُ

اِنھیں جب ہماری کھلی کھلی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو یہ منکرین ایمان لانے والوں سے کہتے ہیں کہ بتاؤ، ہم دونوں گروہوں میں سے کون اپنے مرتبے کے لحاظ سے بہتر ہے اور کس کی مجلسیں زیادہ شاندار ہیں[۱۸۴]؟ اِن سے پہلے ہم نے کتنی ہی قومیں ہلاک کر چھوڑی ہیں جو ساز و سامان اور ظاہری شان و شوکت میں اِن سے کہیں بڑھی ہوئی تھیں۔ اِن سے کہہ دو کہ جو لوگ گمراہی میں پڑے رہتے ہیں، (اُن کے معاملے میں) خداے رحمٰن کی شان یہی ہے[۱۸۵] کہ اُن کی رسی اچھی طرح دراز کرے، یہاں تک کہ جب وہ اُس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے ــــ خواہ وہ عذاب الٰہی ہو[۱۸۶] یا قیامت کی گھڑی ــــ تو

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۸۳؎ پیچھے اِنھی الفاظ میں اُس وقت کی حالت بیان ہوئی ہے، جب فیصلہ سننے کے منتظر ہوں گے اور یہاں اُس وقت کی، جب فیصلۂ الٰہی کے بعد جہنم کے داروغوں کے حوالے کر دیے جائیں گے اور وہاں اپنے اپنے درجات کے لحاظ سے عذاب کی جگہ پر جانے کے منتظر ہوں گے۔ مدعا یہ ہے کہ ہم اُن کو اِسی حالت میں چھوڑ کر بے التفات ہو جائیں گے کہ تمام رسوائی اور فضیحت کے بعد اب وہ اُن لوگوں کی گرفت میں ہیں جو اُنھیں اُن کے ٹھکانوں تک پہنچا دیں گے۔ اِس لحاظ سے دیکھیے تو آیت میں لفظ 'جِثِیًّا'، دونوں جگہ نہایت موزوں استعمال ہوا ہے، اِس لیے کہ انتظار کے مراحل میں مجرم بالعموم اِسی طرح بٹھائے جاتے تھے۔

۱۸۴؎ یعنی صاف واضح ہے کہ ہم بہتر ہیں تو آگے کم تر کیوں ہو جائیں گے؟ جب خدا نے یہ سب یہاں ہمیں دیا ہے اور تم محروم رہے ہو تو آگے بھی ہمیں ہی ملے گا۔

۱۸۵؎ اصل الفاظ ہیں: 'فَلْیَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا'۔ یہ اسلوب اِس لیے اختیار فرمایا ہے کہ اِس سے خدا کی سنت اور اُس کے شایان شان طریقے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی قدرت و حکمت اور اُس کے حسن تدبیر کا تقاضا یہی ہے کہ اُس نے دنیا امتحان کے لیے بنائی ہے تو وہ لوگوں کو فوراً نہ پکڑے، بلکہ زیادہ سے زیادہ

جُنۡدًا ﴿۷۵﴾

وَيَزِيۡدُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا هُدًى ؕ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

اَفَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوۡتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الۡغَيۡبَ اَمِ

اُس وقت خوب جان لیں گے کہ کس کا درجہ برا اور کس کا جتھا کمزور ہے[187]۔ ۷۳-۷۵

اِس کے برخلاف جو لوگ ہدایت کی راہ اختیار کرتے ہیں، اللہ اُن کی ہدایت میں اضافہ کرتا ہے اور باقی رہنے والے اچھے اعمال[188] تیرے پروردگار کے نزدیک اجر کے لحاظ سے بھی بہتر ہیں اور مآل کار کے لحاظ سے بھی[189]۔ ۷۶

پھر تم نے اُس شخص کو دیکھا ہے[190] جس نے ہماری آیتوں کو ماننے سے انکار کر دیا ہے اور جس کا دعویٰ ہے کہ میں (آخرت میں بھی اِسی طرح) مال و اولاد سے ضرور نوازا جاؤں گا[191]؟ کیا اُس نے غیب میں

ڈھیل دے کہ اپنا پیمانہ اچھی طرح بھر لیں اور پکڑنے سے پہلے اُس کی حجت ہر لحاظ سے اُن پر پوری ہو جائے۔

۱۸۶؎ یہ اُس عذاب کا ذکر ہے جو رسولوں کی تکذیب کے نتیجے میں لازماً آتا ہے۔

۱۸۷؎ آیت میں تفضیل کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ عربیت کی رو سے ضروری نہیں ہے کہ اِنھیں تقابل کے مفہوم میں لیا جائے۔ یہ اُس سے مجرد ہو کر بھی آجاتے ہیں۔

۱۸۸؎ اصل میں 'اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ' کے الفاظ آئے ہیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...اِس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ درحقیقت وہی اعمال صالحہ ہیں جو پایدار اور غیر فانی ہیں۔ جو اعمال چند روزہ اور فانی ہیں، وہ غیر صالح ہیں۔ رہا یہ سوال کہ باقی اعمال کون ہیں اور فانی کون ہیں تو اُس کا جواب یہ ہے کہ جو اعمال صرف دنیا کو مطلوب و مقصود بنا کر کیے جاتے ہیں، وہ فانی ہیں، اِس لیے کہ یہ دنیا خود فانی ہے۔ باقی رہنے والے اعمال صرف وہ ہیں جو خدا اور آخرت کو مقصود بنا کر کیے جائیں، اِس لیے کہ خدا بھی غیر فانی ہے اور آخرت بھی۔''

(تدبر قرآن ۴/ ۶۸۱)

۱۸۹؎ یہ اہل ایمان کے لیے تسلی ہے کہ نفع عاجل کے بجائے اُن چیزوں پر نگاہ رکھو گے جو آخرت میں کام آنے

اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا سَنَكۡتُبُ مَا يَقُوۡلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الۡعَذَابِ
مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوۡلُ وَيَاۡتِيۡنَا فَرۡدًا ﴿۸۰﴾

وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ
وَيَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ ضِدًّا ﴿۸۲﴾

جھانک کر دیکھا ہے یا خداے رحمٰن سے کوئی عہد لے لیا ہے؟ ہرگز نہیں، وہ جو کچھ کہتا ہے، اُسے ہم لکھ رکھیں گے اور (اُس کے اِس ادعا کے باعث) اُس کے حق میں عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور وہ جن چیزوں کا مدعی ہے، اُس کے وارث ہم ہو جائیں گے اور وہ ہمارے سامنے اکیلا حاضر ہوگا۔[۱۹۲] ۷۷-۸۰

اِن لوگوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ اُن کے پشت پناہ ہوں۔[۱۹۳] ہرگز نہیں، (وہاں کوئی پشت پناہ نہ ہوگا)۔ وہ سب اِن کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور الٹے اِن کے مخالف بن جائیں گے۔ ۸۱-۸۲

www.javedahmadghamidi.com
www.almawrid.org

والی ہیں تو اطمینان رکھو، خدا کی ابدی بادشاہی تمھارے لیے منتظر ہے۔

۱۹۰؎ اصل میں 'اَفَرَءَیۡتَ' کا لفظ آیا ہے۔ یہ اسلوب اُس وقت اختیار کیا جاتا ہے، جب آگے کسی برخود غلط شخص یا کسی انتہائی احمقانہ بات کا حوالہ دینا پیش نظر ہو۔

۱۹۱؎ یہ کسی ایک شخص کا حوالہ نہیں ہے، بلکہ ایک خاص گروہ کی ذہنیت کی تصویر ہے جو دنیا کی نعمتوں کو اپنے پروردگار کا عطیہ نہیں، بلکہ اپنے ذاتی استحقاق اور اپنی قابلیت کا کرشمہ سمجھتا ہے۔ قرآن میں 'اَلَّذِیۡ' یا 'اَلَّتِیۡ' کے ساتھ تمثیل و تصویر کا یہ اسلوب کئی جگہ اختیار کیا گیا ہے۔ یہاں، اگر غور کیجیے تو یہ بالکل مطابق واقعہ بھی ہے، اِس لیے کہ قریش مکہ کے تمام سادات و شیوخ اِسی خبط میں مبتلا تھے۔

۱۹۲؎ یعنی اُس کے سروسامان، اعوان و انصار، خدم و حشم اور اُس کے معبودوں سمیت، ہر چیز یہیں رہ جائے گی۔ وہ خالی ہاتھ ہماری بارگاہ میں حاضر ہو جائے گا۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّآ اَرۡسَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ تَؤُزُّہُمۡ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَیۡہِمۡ
اِنَّمَا نَعُدُّ لَہُمۡ عَدًّا ﴿۸۴﴾

یَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِیۡنَ اِلَی الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا ﴿۸۵﴾ وَّ نَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ اِلٰی جَہَنَّمَ
وِرۡدًا ﴿۸۶﴾ لَا یَمۡلِکُوۡنَ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَہۡدًا ﴿۸۷﴾
وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَیۡئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ

تم نے دیکھا نہیں کہ اِن منکروں پر ہم نے شیطانوں کو چھوڑ دیا ہے۔[194] وہ اِنھیں خوب خوب اکسار رہے ہیں۔ سو اِن کے خلاف فیصلے کے لیے جلدی نہ کرو۔ ہم تو بس اِن کی گنتی پوری کر رہے ہیں۔[195] ۸۳-۸۴

اِنھیں یاد دلاؤ، جس دن ہم پرہیز گاروں کو خداے رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر اکٹھا کر لائیں گے اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔ اُس دن اُنھیں کوئی سفارش لانے کا اختیار نہ ہوگا، مگر جس نے خداے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہو۔[196] ۸۵-۸۷

کہتے ہیں کہ خداے رحمٰن نے اولاد بنا رکھی ہے۔[197] یہ تم نے بڑی ہی سنگین بات کہی ہے۔[198] قریب ہے

۱۹۳؎ تمام مشرکین یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ قریش مکہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر اُن کی پرستش کرتے تھے، چنانچہ امید رکھتے تھے کہ خدا کی یہ چہیتی بیٹیاں اپنے باپ سے سفارش کر کے اُن کو بچا لیں گی۔

۱۹۴؎ یہ اُس سنت الٰہی کے مطابق فرمایا ہے جو سورۂ زخرف (۴۳) کی آیت ۳۶ میں بیان ہوئی ہے کہ جو لوگ خداے رحمٰن کی یاد دہانی سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، اُن پر شیاطین مسلط کر دیے جاتے ہیں۔

۱۹۵؎ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کی مخالفت اب اِس حد تک پہنچ گئی تھی کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فیصلۂ الٰہی کا انتظار کر رہے تھے۔

۱۹۶؎ اِس طرح کا کوئی عہد، ظاہر ہے کہ کسی نے نہیں لے رکھا ہے، اِس لیے اِن مجرموں کے لیے شفاعت کا بھی کوئی امکان نہیں ہے۔ یہ اُسی طرح کا جملہ ہے، جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ قیامت کب آئے گی، کوئی نہیں جان سکتا، سواے اُس کے جسے خدا بتا دے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ
وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ
اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ
الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

کہ اِس سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں کہ لوگوں نے خداے رحمٰن کی طرف اولاد کی نسبت کی ہے۔[199] رحمٰن کو شایاں نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ زمین اور آسمانوں میں جو بھی ہیں، سب رحمٰن کے حضور بندوں ہی کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں۔[200] وہ اُن کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اُس نے اُنھیں اچھی طرح گن رکھا ہے۔[201] اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اُس کے سامنے اکیلا حاضر ہوگا۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک عمل کیے ہیں، عنقریب خداے رحمٰن اُن کے لیے (اپنے حضور میں) مہر و محبت (کی فضا) پیدا کر دے گا۔[202] ۸۸-۹۶

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۹۷؎ اوپر شفاعت باطل کی تردید کے بعد اب آگے شرک کی اُس بدترین قسم کی تردید فرمائی ہے جو شفاعت باطل کے اِس تصور ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کے مخاطبین میں سے یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب، تینوں کسی نہ کسی صورت میں اِس کے مرتکب ہوئے اور تینوں کے ہاں اِس کا محرک یہی تھا کہ کچھ ہستیاں ایسی ہونی چاہییں جو اپنی شفاعت سے ہم کو خدا کی گرفت سے بچا لیں۔

۱۹۸؎ یہ غائب سے مخاطب کی طرف التفات ہے اور شدت غضب کے اظہار کے لیے ہوا ہے، جس طرح ہم پیچھے آیت ۷۱ میں دیکھ چکے ہیں۔

۱۹۹؎ یعنی یہ ایسی بات ہے کہ نہ خدا کی غیرت اِس کو گوارا کرتی ہے اور نہ اُس کی مخلوقات میں سے کوئی اپنے پروردگار کے بارے میں اِسے گوارا کر سکتا ہے۔ زمین و آسمان اور سربہ فلک پہاڑوں کو اگر خدا روک کر نہ رکھے تو وہ ایک لمحے کے لیے بھی اِس بات کو برداشت نہ کریں اور غضب سے پھٹ پڑیں۔

۲۰۰؎ یعنی بیٹوں اور بیٹیوں کی حیثیت سے نہیں، بلکہ اُس کے عاجز بندوں ہی کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں۔

فَاِنَّمَا یَسَّرۡنٰہُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِہِ الۡمُتَّقِیۡنَ وَتُنۡذِرَ بِہٖ قَوۡمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَکَمۡ اَہۡلَکۡنَا قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ ہَلۡ تُحِسُّ مِنۡہُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَہُمۡ رِکۡزًا ﴿۹۸﴾

سو، (اے پیغمبر)، ہم نے اِس قرآن[۲۰۳] کو تمھاری زبان میں اِسی لیے سہل اور موزوں بنا دیا ہے کہ تم اُن لوگوں کو اِس کے ذریعے سے بشارت دو جو خدا سے ڈرنے والے ہیں اور اِن ہٹ دھرم لوگوں کو اِس کے ذریعے سے خبردار کر دو[۲۰۴]۔ اِن سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم نے ہلاک کر چھوڑا ہے۔ کیا تم اُن میں سے کسی کی آہٹ پاتے ہو یا کسی کی بھنک کہیں سنتے ہو[۲۰۵]؟ ۹۷-۹۸

۲۰۱؎ مطلب یہ ہے کہ نہ گنتی میں کسی غلطی کا امکان ہے اور نہ اِس کا کہ کوئی اُس کے قابو سے باہر ہو جائے۔

۲۰۲؎ یعنی قیامت کے دن، جب اُن کا خیر مقدم فرشتے بھی سلام و تحیت کے ساتھ کریں گے، وہ خود بھی ایک دوسرے کو مبارک سلامت کہہ رہے ہوں گے اور اُن کا پروردگار بھی سلام و رحمت سے اُن کے لیے اپنی خوش نودی کا اظہار کرے گا۔ گویا خداے رحمٰن کی طرف سے اُن کے لیے ہر طرف مہر و محبت کی فضا پیدا کر دی جائے گی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اِس مجموعۂ آیات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بار بار اسم رحمٰن سے ہوا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کی یہی صفت ہے جس کے بارے میں غلط تصورات بہت سی گمراہیوں کا باعث بنے ہیں۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”سورہ میں سب سے پہلے نصاریٰ کا ذکر ہے، اِس وجہ سے پہلے اُنھی کی گمراہی کو لیجیے۔ اُن کی گمراہی میں بڑا دخل اُن کے اِس واہمہ کو تھا کہ انسان چونکہ ازلی و ابدی گنہ گار ہے، اُس کی نجات کی کوئی شکل ہی نہیں ہے، اِس وجہ سے خداے رحمان نے اپنی رحمت سے اپنے بیٹے کو بھیجا جو قربان ہو کر اپنے تمام ماننے والوں کے گناہوں کا کفارہ بن گیا۔

یہود کی گمراہی اِس سورہ میں اگرچہ براہ راست زیر بحث نہیں آئی ہے، لیکن قرآن سے یہ بات واضح ہے کہ اُنھوں نے بھی اپنے جرائم کی پردہ پوشی کے لیے خدا کی رحمانیت ہی کی آڑ لی تھی۔ اُن کا تصور یہ تھا کہ ہم نبیوں اور ولیوں کی اولاد ہیں، اِس وجہ سے اول تو ہم دوزخ میں ڈالے ہی نہیں جائیں گے اور اگر ڈالے بھی گئے تو بس چند دن کے بعد کچھ تنبیہ کر کے خداے رحمان ہم کو بخش دے گا۔

مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بنا کر اُن کی پوجا کرتے تھے۔ اُن کا تصور یہ تھا کہ اول تو حشر نشر کی باتیں محض خیالی ہیں، لیکن اگر اُن کے اندر کچھ حقیقت ہے تو خداے رحمان کی یہ بیٹیاں سفارش کر کے اُن کو اپنے باپ

سے بخشوا ہی لیں گی۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۶۸۸)

یہ گمراہیاں اور غلط فہمیاں ہیں جن کے پیش نظر اسم رحمٰن کا حوالہ بار بار آیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ رحمت اور عدل لازم و ملزوم ہیں۔ خدا کی رحمت اُس کے عدل کو باطل نہیں کرتی، بلکہ یہ عدل رحمت ہی کے تقاضے سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔

۲۰۳؎ اصل میں ضمیر آئی ہے، لیکن اُس کا مرجع اِس قدر واضح ہے کہ سننے والا بغیر کسی تردد کے سمجھ لیتا ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، یہ اسلوب مرجع کی شان پر دلیل ہوتا ہے کہ ہر چند وہ مذکور نہیں ہے، لیکن بغیر ذکر کے بھی ہر شخص اُس کو جانتا ہے۔

۲۰۴؎ سورہ کے مخاطبین قریش مکہ ہیں۔ یہ اُنھی کی طرف اشارہ ہے۔ قبائلی تمدن کے لوگ جو علمی روایات سے بے خبر ہوں، اُن میں بالعموم ایک طرح کا جمود، اکھڑ پن اور تعصب پیدا ہو جاتا ہے۔ آیت میں لفظ 'لُدّ' سے اُسی کو بیان کیا ہے۔

۲۰۵؎ مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ قومیں بے نام و نشان ہوئی ہیں، تمھاری تکذیب کے نتیجے میں یہ لوگ بھی ایک دن اُسی انجام کو پہنچیں گے۔ اِس لیے مطمئن رہو، تمھارا کام انذار و بشارت ہے اور اِس کے لیے جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے، وہ نہایت موزوں، مدلل اور قائل کر دینے والی ہے۔ پھر وہ تمھاری اور تمھاری قوم کی زبان میں ہے۔ تمھارے مخاطبین سمجھنا چاہیں تو اُن کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ چنانچہ اب کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی کافی ہے کہ اِس کے ذریعے سے تذکیر و نصیحت اور اتمام حجت کے بعد خدا اپنا فیصلہ سنا دے۔

کوالالمپور

۳۱/ دسمبر ۲۰۱۲ء

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org